مگر۔۔۔

افسانہ نگار: روبینہ فیصل

مگر۔۔۔

یہ اس کا وہم نہیں ہوسکتا تھا، اس نے اپنی آنکھوں سے دیکھا تھا، اس کے سامنے اونٹاریو جھیل میں ایک لاش تیر رہی تھی۔ سفید چادر میں لپٹی لاش، وہ جھیل کی سطح پر تھی۔ مگر اسے حیرت یہ ہوئی تھی کہ اِدھر اُدھر جاگنگ کرتے، دوڑتے بھاگتے لوگ اس کی طرف متوجہ ہی نہیں ہورہے تھے۔ وہ آج صبح جب جھیل کنارے اپنے خیالوں میں گُم چہل قدمی کررہا تھا، تو اسے ایک نسوانی چیخ سنائی دی تھی۔ وہ، آواز عین جھیل کے وسط سے ابھری کر چاروں طرف پھیل گئی تھی، اور اسی لمحے اس تک بھی آ پہنچی تھی۔ اس نے جب خوفزدہ نظروں سے چیخ کی سمت دیکھا تو وہاں اسے یہی والی لاش تیرتی نظر آئی تھی۔ اس نے گھبرا کر ادھر اُدھر دیکھا، اور ارد گرد چلتے پھرتے لوگوں کو مدد کے لئے چیخ چیخ کر پکارنے کی کوشش کرنے لگا، مگر خوف کی شدت سے اس کی آواز اس کے حلق میں پھنس چکی تھی مگر یہ شکر تھا کہ اس کی آنکھیں اور انگلیاں حرکت کرسکتی تھیں۔ اس نے ایک دو لوگوں کو ہاتھ کے اشارے سے اپنی طرف متوجہ کرکے جھیل کی طرف اشارہ کیا، وہ سمجھتا تھا جیسے ہی وہ لوگ ادھر دیکھیں گے اس تیرتے ہوئے بے جان جسم کو دیکھ لیں گے مگر اس کی حیرت کی انتہا نہ رہی جب ان جاگنگ کرتے لوگوں نے اس کے متوجہ کرنے پر مسکراتے ہوئے گڈ مارننگ کہا، اور جھیل میں تیرتی مرغابیوں کو دیکھ کر بیوٹیفل ویو کہا اور آگے بڑھ گئے۔ یہ کیسے ہوسکتا ہے نہ ان لوگوں نے اس عورت کی چیخ سنی اور نہ ہی وہ انہیں نظر آرہی تھی۔۔ چیخنے سے پہلے وہ زندہ ہوگی مگر پھر بھی لوگوں کی نظروں سے اوجھل تھی؟۔

عادل کو کینیڈا آئے ہوئے ابھی صرف تین مہینے اور چند دن ہوئے تھے۔ اس کی تین مہینے کے وزٹ ویزے پر کینیڈا تک پہنچنے کی کہانی بہت دردناک تھی۔ اس کے ویزے کی مدت ختم ہوچکی تھی مگر وہ ابھی تک یہیں پر تھا، اس نے ابھی تک ریفیوجی بھی کلیم نہیں کیا تھا۔ اس کا دوست جاوید جس کے ساتھ وہ ٹھہرا ہوا تھا بہت مصروف رہتا تھا، اور ابھی تک اسے کسی وکیل کے پاس نہیں لے جاسکا تھا۔ اس لئے، اب کینیڈا میں اس کے قیام کی کوئی قانونی حیثیت نہیں تھی۔ اس کے باوجود وہ واپس اپنے ملک نہیں جاسکتا تھا۔ وہاں اس کے لئے زمین تنگ تھی اور ان سب واقعات کی ایک لمبی کڑی تھی جنہیں وہ یاد بھی نہیں کرنا چاہتا تھا۔

وہ سب المناک داستانیں پیچھے چھوڑ کر اب حقیقت یہی تھی کہ وہ اپنے پیارے ملک کو خیرباد کہہ کر اس اجنبی دیس میں جھیل کنارے کھڑا ایک ایسی لاش کو دیکھ رہا تھا، جو وہاں موجود کسی اور شخص کو نظر نہیں آرہی تھی۔ وہ اس اجنبی ملک میں اجنبیوں کے درمیان خود کو محفوظ سمجھتا تھا۔ مگر آج اس جھیل کے عین درمیان تیرتی اس لاش کو دیکھ کر اس کے اندر بیٹھا ہوا ڈر پھر سے اٹھ کھڑا ہوا تھا۔ خوف کے ساتھ ساتھ وہ اس فکر میں بھی مبتلا ہوچکا تھا کہ وہاں موجود لوگ اس لاش کو جھیل کے منظر کا حصہ سمجھ رہے تھے۔ یا وہ لاش ان کی آنکھوں سے اوجھل تھی؟ وہ اسی کشمکش میں مبتلا اپنے دوست جاوید کے اپارٹمنٹ میں آگیا۔ جاوید گھر پر موجود نہیں تھا۔ وہ سارا دن کہیں مزدوری کرتا تھا اور اپنے اخراجات نکال کر باقی کے سارے ڈالرز پیچھے گھر والوں کو بھیج دیتا تھا۔ جاوید کی زندگی بہت مشکل تھی۔ اسے دیکھ کر عادل بس یہی سوچتا تھا کہ مالی مشکلات انسان کاٹ سکتا ہے لیکن جاوید کو یہاں اپنی جان کا خطرہ تو نہیں نا، بات کرنے اور عمل کرنے کی آزادی تو ہے نا۔

یہ سن کر جاوید کی آنکھیں دکھ سے بھر جاتی تھیں مگر وہ مسکرا کر اثبات میں سر ہلا دیتا تھا۔

عادل کا وہ سارا دن سوتے جاگتے، چائے پیتے گزر گیا۔ جب جاوید کام سے واپس آیا تو عادل نے اسے صبح کا سارا واقعہ سنایا۔ جاوید اپنا

کھانا نکالتے ہوئے اسے حیرت سے دیکھتا جا رہا تھا۔

عادل نے اسے یوں بے یقینی کی کیفیت میں دیکھا تو بولا ؛ یار جاوید، مجھے ایسے مت دیکھو، مجھ پر یقین کرو، میں سچ بول رہا ہوں۔۔جھیل میں لاش تیر رہی تھی۔۔۔

جاوید اسے کسی ڈاکٹر کی طرح تسلی دیتے ہوئے ؛ تیر رہی ہوگی یقیناً میں نے کب کہا نہیں ہوگی۔۔کینیڈا بھی اسی دنیا کا حصہ ہے، یہاں بھی وہ سب کچھ ہوسکتا ہے جو دنیا میں کہیں اور ہوسکتا ہے۔۔انسان شائید اب کہیں بھی محفوظ نہیں رہا۔۔یا یوں کہو، دنیا اگر گلوبل ویلیج بن گئی ہے تو ایک جگہ کا خطرہ دوسری جگہ بھی ہوسکتا ہے۔ یہ کہتے ہوئے جاوید کی آنکھوں کا رنگ عجیب سا ہو گیا تھا۔

عادل زور زور سے سر ہلاتے ہوئے، ہاں یہی تو کہہ رہا ہوں۔

جاوید: مگر ایک ٹیکنکل مسئلہ ہے، جو لاش تمہیں تیرتی نظر آ رہی تھی وہ تمہارے توجہ دلانے کے باوجود بھی کسی اور کو نظر کیوں نہیں آئی۔۔

یہ سنتے ہی عادل نے خاموشی اور بے بسی سے پہلے ادھر اُدھر دیکھا پھر کندھے اچکا دیئے ۔۔اس کی آنکھیں پانی سے بھر گئی تھیں۔ جاوید کو اس کی حالت دیکھ کر ترس آ گیا وہ فکرمندی سے بولا ؛

"میرے یار! تم ساری رات جاگتے ہو، ایک پل نہیں سوتے ہو۔۔خوف تمہارے دماغ سے چپک گیا ہے۔"

عادل: تو تم کہہ رہے ہو یہ سب بے خوابی کی وجہ سے ہے یا اس خوف سے جس کی وجہ سے میں اپنا وطن چھوڑ آیا ہوں ؟

جاوید: ہاں، میں یہی کہہ رہا ہوں۔ تم جانتے تو ہو تمہارے ساتھ وہاں کیا ہو رہا تھا۔۔اس کے بعد یہاں آ کر بھی، بقول تمہارے امن کے اس گوشے میں بھی۔۔یار تم ابھی تک ٹراماٹائزڈ ہو۔

عادل ، نہ ماننے والے انداز میں خاموش ہو جاتا ہے، جیسے اسے یقین نہ ہو، جو جاوید کہہ رہا ہے وہ سچ ہے۔۔وہ کیسے اس تیرتی ہوئی لاش کو بھول سکتا تھا۔ اس کے بعد جاوید اسے بھی سونے کی تاکید کرتا ہوا خود سونے کے لئے کمرے کی طرف بڑھ گیا۔ عادل، اس کے پیچھے چلتا ہوا کمرے میں آ گیا۔ اس اپارٹمنٹ میں ایک ہی کمرہ تھا، جہاں ایک بیڈ اور ایک گدا بچھا ہوا تھا۔ جب سے عادل آیا تھا، جاوید اسے بیڈ پر سلا کر خود گدے پر سونے لگا تھا۔

وہ، بستر پر لیٹا، جاوید کے سونے کا انتظار کر رہا تھا ۔ جیسے ہی جاوید کے خراٹے اس کی سماعتوں سے ٹکرائے وہ اپنے بستر سے اٹھ بیٹھا محتاط انداز میں بیرونی دروازے کی طرف بڑھا۔ باہر نکلنے سے پہلے اس نے اپارٹمنٹ کی چابی اٹھا لی تاکہ جب وہ واپس آئے تو اسے بزر وغیرہ نہ بجانا پڑے۔ ٹورنٹو کے اس اپارٹمنٹ میں رہنے کا فائدہ یہ تھا کہ گاڑی کی ضرورت کم سے کم تھی۔ وہ اسی جھیل کنارے پہنچ گیا۔ اس وقت جھیل اندھیرے میں ڈوبی ہوئی تھی۔ اس نے اپنی عینک جیب سے نکال کر آنکھوں پر لگائی اور دوبارہ سے جھیل کو غور غور سے دیکھتے ہوئے بڑبڑایا؛ تو کیا وہ تیرتی ہوئی لاش محض ایک وہم تھی ؟۔ جھیل کے سامنے رکھے ہوئے بنچ پر بیٹھ کر اس نے اپنا سر پیچھے پھینکا اور اپنی آنکھیں بند کر لیں؛ یا اللہ، یہ سب میرے ساتھ کیا ہو رہا ہے۔ کیا میں پاگل ہو چکا ہوں؟

" نہیں تم پاگل نہیں ہو، یہ دنیا اندھی ہے"۔ وہ اپنے قریب سے نسوانی آواز سن کر چونک پڑا۔ اس نے عینک اتار کر اپنی ہتھلیوں سے اپنی

آنکھیں زور زور سے ملیں ۔اسے لگ رہا تھا یہ بھی اس کے دماغ کا فتور ہے۔۔مگر وہ وہاں تھی، وہ جھیل سے باہر نکل آئی تھی۔اس کے لمبے سیاہ ریشم جیسے بال اس کے کندھے سے نیچے لٹک رہے تھے۔وہ اس کے بالکل قریب کھڑی بڑے غور سے اسے دیکھ رہی تھی۔اس عورت کی آنکھوں میں اس کے لئے نہ ترس تھا، نہ محبت، نہ نفرت نہ خوف بلکہ وہ بالکل خالی آنکھیں تھیں۔۔سپاٹ ۔وہ کھڑا ہونا چاہتا تھا مگر اس عورت نے، اپنا ہاتھ اس کے کندھے پر رکھ کر اسے وہیں بیٹھنے کا اشارہ کیا اور خود بھی اس کے ساتھ بیٹھ گئی۔

تم جھیل میں تھی نا؟ عادل کا خوف یکا یک غائب ہو گیا بلکہ اب وہ اپنے اندر اس بات کی خوشی محسوس کر رہا تھا کہ اسے جو عورت جھیل میں نظر آ رہی تھی وہ ایک حقیقت تھی۔۔

"ہاں میں جھیل میں تھی"۔عورت انتہائی پر سکون انداز میں بات کر رہی تھی۔

"میں تمہیں لاش سمجھا تھا، مجھے معاف کر دو۔تم تو جیتی جاگتی عورت ہو۔"

"تم ٹھیک سمجھے تھے۔"

" کیا مطلب؟"اس کی آنکھوں میں ہلکی سی خوف کی لکیر ابھرتی ہے۔

" کوئی مطلب نہیں۔کیا میں تم سے مذاق نہیں کر سکتی ہوں؟ آخر کو تمہاری ہم وطن ہوں۔۔"

"تم میرے وطن سے ہو؟"

"ہاں بھی اور نہیں بھی۔ میں تمہارے وطن کے اس حصے سے ہوں جنہیں تم لوگ اپنے جیسا نہیں سمجھتے ہو۔تم لوگ جب میں کہہ رہی ہوں تو اس کا مطلب یہ نہ سمجھنا کہ میں تمہیں کچھ کہہ رہی ہوں۔۔"

تم پھر کنہیں کہہ رہی ہو؟

ان کو جنہیں میری آواز سنائی نہیں دی نہ کل نہ آج اور تمہیں اس لئے بتا رہی ہوں کہ تم میری آواز سن بھی سکتے ہو، سمجھ بھی سکتے ہو اور جو میں تمہیں بتا رہی ہوں اسے اپنی آواز میں دنیا والوں کے سامنے دہرا بھی سکتے ہو۔۔

یہ فیصلہ تم نے کیسے کر لیا۔۔

جب تم نے مجھے جھیل میں تیرتے دیکھ لیا اور دوسروں کو بھی میرا وجود دکھانے کی کوشش کی۔

لیکن تم مجھے ہی کیوں نظر آئی،۔۔مجھے ہی کیوں سنائی دی؟

یہ سوال تو میں تم سے کرنا چاہتی ہوں۔۔

کیا؟

کہ میں تمہیں کیسے نظر آ گئی یا تم نے مجھے کیسے سن لیا۔۔

میرے پاس اس کا کوئی جواب نہیں۔میرے پاس میرے اپنے سوالوں کا کوئی جواب نہیں۔۔

جواب ڈھونڈتے تے یہاں تک آ نکلے ہو؟

نہیں سوال پوچھنے کے جرم میں یہاں تک آ پہنچا ہوں۔۔

تمہارے سوالات میرے سوالوں جیسے ہوں گے۔۔میرا بھی یہی جرم تھا۔

سوال پوچھنا ایسا جرم بن گیا ہے کہ اس کی سزا جلاوطنی کی صورت ملتی ہے۔میں اپنے وطن کا غدار ہوں۔

میں بھی۔۔عورت سر جھکا کر اپنے ناخنوں کو کھرچنے لگتی ہے۔۔

وہ اپنے ناخنوں کی طرف دیکھتا ہے؛تمہارے ناخن بچ گئے،میرے تو انہوں نے اکھاڑ دیئے تھے۔۔

میں اپنے ناخن بچا کر بھاگ آئی تھی،اسی بات کا تو انہیں دکھ تھا۔۔اسی لئے تو۔۔

اسی لئے تو؟

ماردی گئی تھی۔۔

عادل کچھ نہ سمجھتے ہوئے؛ہاں ہم سب ہی مار دیئے گئے ہیں۔مگر کیا تم اب بھی یہ سوچتی ہو کہ وہ کون ہے جو سوال پوچھنے پر ناخن اکھاڑ دیتا ہے ،پسلیاں توڑ دیتا ہے۔۔وہ کون ہے جو ہم سب کو ایک ایک کر کے مار رہا ہے۔۔

ہم جو ایک ایک کر کے مارے جا رہے ہیں۔اگر ہم ایک ایک نہ ہوتے اور ایک ہی جگہ رہتے تو وہ جو کوئی بھی ہے،ہمیں نہ مار سکتا۔۔ہم مارے ہی اسی لئے جا رہے ہیں کہ ہم ایک ایک ہیں۔۔

مگر وہ کون ہے؟

تم جانتے ہو۔۔میں بھی جانتی ہوں۔۔مگر ہم خوفزدہ ہیں۔ہم مر کر بھی خوفزدہ رہتے ہیں کیونکہ ہمارے بہت سے لوگ زندہ جو ہوتے ہیں انہیں مرنے سے بچانے کے لئے ہم خوفزدہ رہتے ہیں۔ہم مر کر بھی نہیں آزاد ہو سکتے۔۔اب مجھے ہی دیکھ لو۔۔

ہاں ابھی شکر ہے،ہم زندہ ہیں۔ابھی تو اپنوں سے زیادہ اپنی زندگی کی بھی فکر ہے ۔زندہ رہیں گے تو انہیں بچا پائیں گے۔

تمہیں لگتا ہے میں زندہ ہوں؟اسے کشمکش میں دیکھ کر بولی چھوڑ یہ بتاو کیا تم زندہ رہو گے؟

ہاں بھاگ کر یہاں تک تو آ گیا ہوں۔یہ پرامن ملک ہے۔یہ ملک میری حفاظت کرے گا۔

یہی بھول ہے جب سارے مارنے والے اکٹھے ہو جاتے ہیں تو کہیں بھی چلے جاؤ ان کے ہاتھوں مرنا ہی پڑتا ہے۔

تم کب سے یہاں ہو لڑکی۔۔تمہارا نام۔۔

نعیمہ نام ہے میرا۔۔2015 سے یہاں تھی۔اس پرسکون،آزاد زمین پر پانچ سال رہی۔۔

پھر؟ابھی بھی تو ہو۔

اب کون سا سال ہے؟

اب 2022 ہے۔تمہیں سالوں کا نہیں پتہ چلتا۔۔؟

پتہ چلتا ہے مجھے پتہ ہے مجھے مرے ہوئے دو سال ہو گئے ہیں۔۔

توتم زندہ نہیں ہو۔۔؟ وہ بغیر خوف کے سرد آہ بن کر بولا۔

نہیں۔۔تم یہ جان کر خوفزدہ نہیں ہوئے؟ وہ حیرانگی سے اسے دیکھ رہی تھی۔

زندہ لوگوں نے مجھے اتنا ڈرا دیا ہے کہ اب مرے ہوؤں سے ڈر نہیں لگتا۔۔میں تم سے بالکل نہیں ڈر رہا۔مگر میں تم سے پوچھنا چاہتا ہوں کہ تم میرے سے کیوں نہیں ڈر رہی ہو۔؟

تم میرے جیسے ہی ہو تم سے کیسا ڈرنا۔ہاں بس زندہ ہو،مگر باقی زندہ لوگوں سے مختلف۔تم بے بس کو دیکھ اور سن سکتے ہو۔تم اپنی اس خصوصیت سے ڈرنا۔۔یہ تمہیں بہت جلد مروا دے گی۔۔

وہ ہنسنے لگا۔۔کل میں صبح پھر یہاں آؤں گا۔۔مجھے ملوگی؟

آج میں تمہیں ملنے یہاں آئی ہوں۔کل ہو سکتا ہے تم مجھے ملنے وہاں آ جاؤ۔۔وہ دور آسمان کی طرف اشارہ کرتے ہوئے بولتی ہے۔۔

وہاں تو سب نے ہی جانا ہے۔وہ آنکھیں بند کر کے خاموش ہو جاتا ہے جیسے اس تلخ حقیقت کو پینے کی کوشش کر رہا ہو۔

لیکن کاش ہر موت اپنے وطن میں ہی آتی ہو۔۔میں اپنے ملک کو بڑا مس کرتا ہوں۔۔اپنا آپ بہت ادھورا لگتا ہے۔میں وہاں دفن ہونا چاہتا ہوں۔میں تمہاری طرح بیگانی جھیل میں نہیں مرنا چاہتا۔۔اس کی بند آنکھوں سے آنسو نکل کر اس کی گالوں پر بہہ رہے تھے۔

ایکدم اسے محسوس ہوا جیسے اس عورت نے اس کے آنسو اپنے ہاتھوں سے صاف کئے ہوں۔۔وہ تھوڑی دیر ایسے ہی آنکھیں موندے سر پیچھے پھینکے بیٹھا رہا۔اس عورت کے ہاتھوں کا لمس غائب ہوا تو اس نے گھبرا کر آنکھیں کھول دیں اب وہ عورت وہاں پر موجود نہیں تھی۔

اس نے اِدھر اُدھر دیکھا۔۔مگر ہر طرف خاموشی اور اندھیرا تھا۔۔وہ کچھ دیر وہیں بیٹھا جھیل اور آسمان کو دیکھتا رہا۔اور پھر اٹھ کر گھر کی طرف چل پڑا۔

وہ تیز تیز قدموں سے چل رہا تھا۔کہ اچانک اسے محسوس ہوا جیسے کوئی اس کا پیچھا کر رہا تھا۔اس نے پورا مڑے بغیر کنکھیوں سے پیچھے دیکھا،ایک شخص،سبز یا خاکی چادر میں لپٹا ہوا،اس کے پیچھے پیچھے چل رہا تھا۔اس نے اسی وقت محسوس کیا تعاقب کرنے والے اجنبی کے جوتے بہت بھاری تھے۔یہ دیکھتے ہی اس کا اوپر کا سانس اوپر اور نیچے کا نیچے رہ گیا۔موسم،خوشگوار ہونے کے باوجود اس کا سارا جسم پسینے میں شرابور ہو چکا تھا،اس کے ماتھے پر پسینے کی موٹی موٹی بوندیں ابھر آئی تھیں۔وہ انہیں ہتھیلی سے صاف کرنے لگا۔

اسی وقت اس کے دماغ کی سکرین پر ایک منظر چلنے لگا جس میں وہ اندھا دھند بھاگ رہا تھا، ایسے ہی بھاری بوٹ اس کے پیچھے تھے۔وہ بے تحاشا گلیوں میں اپنی جان بچانے کے لئے بھاگ رہا تھا۔ہر طرف گولیوں کی تڑتڑاہٹ،کی آواز تھی۔اس کے گرد کتنے جیتے جی انسان لاشیں بنے پڑے تھے۔ ان پر سیدھی گولیاں برسائی جا رہی تھیں۔۔اس کے ہاتھ میں اپنا کیمرہ تھا،اپنے ملک کا جھنڈا تھا۔اس کے پیچھے وردی والے،بوٹوں والے بھاگ رہے تھے،ان کے ہاتھوں میں بھی اسی ملک کا پرچم تھا۔وہ دشمنوں سے نہیں اپنوں سے بھاگ رہا تھا۔ بوٹوں والے دشمنوں پر نہیں اپنے لوگوں پر گولیاں برسا رہے تھے۔

ماضی کی اس یاد نے اسے مزید خوفزدہ کر دیا تو کیا بوٹوں والے یہاں بھی پہنچ گئے ہیں،وہ بدحواس ہو کر بھاگنے لگا،اس نے محسوس کیا،اس کا

پیچھا کرنے والا انسان بھی اس کے ساتھ تیز تیز بھاگنے لگا تھا۔ وہ خوف سے لرزنے لگا، بھاگتے بھاگتے اس کا پاؤں کسی چیز سے ٹکرایا اور وہ نیچے گر گیا۔۔ زمین پر گرتے ہی اسے جو پہلا خیال آیا وہ یہ تھا کہ اس کا آخری وقت آچکا تھا ہے۔ اس نے اپنی گردن پر تعاقب کرنے والے انسان کے ہاتھوں کا دباؤ محسوس کیا۔ وہ اس کی گردن دبا رہا تھا اور ساتھ ساتھ چلا رہا تھا؛

تم کیا سمجھتے تھے، تم ہمارے خلاف بکواس لکھو گے، چھاپو گے، پروگرام میں ہم پر بھونکو گے اور ہم تمہیں یونہی چھوڑ دیں گے۔ ہم تمہارے باقی ناخنوں کو بھی جڑ سے اکھیڑ دیں گے، ہم تمہاری ہڈی پسلی برابر کر دیں گے، ہم تمہارے اوپر درندے چھوڑ دیں گے جو تمہیں چیر پھاڑ دیں گے۔ ہم تمہاری عزت، تمہاری جان، تمہاری اولاد، سب چھین لیں گے تمہاری یہ جرات۔۔ تمہاری یہ جرات، تمہاری یہ جرات۔۔۔۔

عادل زمین پر لیٹ کر چیخنے لگا، وہ اپنے آپ کو بچا رہا تھا؛ مجھے معاف کر دو، مجھے چھوڑ دو۔۔ میں کچھ نہیں کروں گا، میں کچھ نہیں لکھوں گا ۔۔ اس نے اپنی جیب سے قلم نکالا، کچھ دیر اسے گھورتا رہا اور پھر اس کے ٹکڑے ٹکڑے کر دیئے۔۔ دوبارہ جیب میں ہاتھ ڈال کر اپنا سیل فون نکالا۔ وہ اسے بھی زمین پر پھینکنے لگا ہی تھا کہ چادر میں لپٹے شخص نے ہنستے ہوئے فون اس کے ہاتھ سے پکڑ لیا اور کچھ دیر فون کو گھورتا رہا پھر ایکدم غصے سے چلایا؛ قلم سے زیادہ زہریلا یہ ہے یہ۔۔

عادل اپنا سر گھٹنوں میں دے کر پھوٹ پھوٹ کر رونے لگا، وہ بے بسی کی انتہا پر تھا ۔۔ اسی وقت اسے اپنے کندھوں پر ایک شفقت بھرا لمس محسوس ہوا اور ساتھ ہی ایک نرم آواز ابھری ؛ آر یو آل رائٹ؟ ڈو یو نیڈ ہیلپ؟

عادل نے گھبرا کر سر اٹھایا؛ یہ منظر یکا یک کیسے بدل گیا، یہ اس کا پیچھا کرنے والا اسے بے رحمی سے مارنے کے بعد اب ایکدم سے اتنا رحم دل کیسے ہو گیا؟۔۔ یہ سب کیا ہے یا اللہ یہ سب کیا ہے؟۔

وہ اجنبی اب اسے اپنی نشے میں ڈوبی آواز میں بتا رہا تھا؛ میں تمہارے پیچھے تھا، اور ایکدم ہی تم بھاگنے لگے، اور چیخنے لگے اور جب نیچے گرے تو میں نے تم تک پہنچنے اور سہارا دینے کے لئے اپنی رفتار تیز کی مگر میں جب تک تمہارے پاس پہنچا تم زمین پر لیٹے عجیب عجیب آوازیں نکال رہے تھے جیسے کوئی تمہیں مار رہا ہو۔۔ تمہیں مدد چاہیئے، کیا تم نے زیادہ ڈرگز لے لی ہیں؟ وہ پھر سے عادل سے پوچھ رہا تھا ۔۔

عادل حیرانی سے اسے دیکھتے ہوئے: میں سمجھ نہیں پا رہا تم کیا کہہ رہے ہو، میرا فون ٹوٹ گیا ہے، مجھے ایک کال کرنی ہے۔۔ اس نے جس طرف اشارہ کیا وہاں کوئی فون نہیں تھا البتہ وہاں ایک قلم ٹوٹا پڑا تھا۔

عادل حیرت سے اس چادر والے کو دیکھتے ہوئے بول رہا تھا : میرا فون، اس آدمی نے توڑ دیا تھا، اس نے اپنا بوٹ، بہت بھاری بوٹ اس پر مارا تھا۔ میرا فون ٹوٹ گیا تھا۔۔

اجنبی حیرت سے ادھر اُدھر دیکھتے ہوئے؛ کس آدمی نے۔۔ یہاں کوئی ٹوٹا فون نہیں، قلم کے ٹکڑے اٹھاتے ہوئے، ہاں یہ ضرور ہیں۔ میں نے دور سے دیکھا تھا، آپ اس قلم کو توڑ رہے تھے۔

عادل: وہ جو مجھے مار رہا تھا۔۔ اس نے فون توڑا، اسی کے خوف سے میں نے یہ قلم توڑا۔۔ میں اس سے نہیں ڈرتا، مجھے ڈر یہ تھا کہ وہ میرے

بچوں کو نہ مار دے۔ وہ مجھے کہہ رہا تھا وہ میرے گھر جا کر میری بیوی اور ماں کو اغوا کر لیں گے۔۔بچوں کو مار دیں گے۔۔اس کے بوٹ بہت بھاری تھے۔۔ان جوتوں کی دھمک اب تک میرے کانوں میں آ رہی ہے۔تمہیں نہیں آواز آ رہی۔ وہ کان لگا کر سنتے ہوئے اس اجنبی کو کہہ رہا تھا۔۔

اجنبی اب اسے مکمل پاگل سمجھ رہا تھا۔۔اپنی جیب میں دیکھیں ،آپ کا فون وہیں ہو گا۔۔

اس نے اپنی جیب میں دیکھا وہاں اس کا فون موجود تھا۔وہ چونک گیا؛اوخدایا وہ میرا فون واپس کر گیا،اس نے میرا فون جوڑ دیا۔۔وہ کچھ بھی کر سکتا ہے۔وہ توڑ سکتا ہے۔وہ جوڑ سکتا ہے۔۔۔۔وہ وہ۔۔

اجنبی نے اس کی بات کو نظر انداز کیا مجھے لگتا ہے آپ کو ہسپتال جانا چاہیئے آپ کی ذہنی حالت بالکل بھی ٹھیک نہیں کیا میں نائن ون ون کو کال کر دوں؟

عادل نائن ون ون سنتے ہی ڈر گیا۔۔؛نہیں نہیں۔۔میں بالکل ٹھیک ہوں۔میں تو جھیل سے واپس جا رہا تھا،اپنے گھر ۔۔۔میں مکمل صحتمند ہوں۔۔شکریہ شکریہ۔۔اجنبی اسے حیرت سے دیکھتا رہا اور وہ تیزی سے تقریباً بھاگتے ہوئے جاوید کے اپارٹمنٹ کی طرف بڑھنے لگا۔۔

اجنبی اسے جاتا دیکھ رہا تھا اور وہ مڑ مڑ کر اسے دیکھتا ہوا چلتا جا رہا تھا کہ کہیں اب بھی وہ اس کے پیچھے نہ آ رہا ہو۔

اسی وقت اس کے سیل فون کی گھنٹی بجی۔۔اس نے خوفزدہ ہو کر فون کی سکرین کو دیکھا مگر اٹھایا نہیں۔۔بغیر اٹھائے ہی فون سے بھاری بھرکم آواز ابھری؛ ہم تمہیں وارن کر رہے ہیں اگر تم اپنی حرکتوں سے باز نہ آئے تو مار دیئے جاؤ گے۔جو ہم کہتے ہیں بس وہی بولو،جو ہم دکھاتے ہیں بس وہی دیکھو،جو ہم سناتے ہیں بس وہی سنو اور سناؤ ۔۔جان عزیز ہے کہ نہیں؟مار دیئے جاؤ گے۔۔مار دیئے جاؤ گے۔۔تمہاری بیوی کو اٹھا لے جائیں گے۔۔تمہاری بہن کو اغوا کر لیں گے۔۔ہم ان کی ویڈیوز ریلیز کریں گے۔۔

اس نے آنکھوں کو مل کر دوبارہ غور سے سکرین کو دیکھا تو اس پر جاوید کا نام ابھر رہا تھا۔۔اس نے جلدی سے فون اٹھا لیا۔۔ہیلو ہیلو۔۔

جاوید کی آواز میں تشویش کے ساتھ غصہ بھی تھا؛ حد ہو گئی یار،اس وقت کیوں گھر سے نکلے ہو۔تم،مرو گے اور ساتھ میں مجھے بھی مرواؤ گے۔ کہاں ہو تم۔۔۔؟

اس نے کپکپاتے ہوئے جاوید کو بتایا؛وہ یہاں بھی پہنچ گئے ہیں۔وہ مجھے مار دیں گے۔۔مجھے نہ مار سکے تو میرے گھر والوں کو اٹھا لے جائیں گے۔تم جلد ہی میری لاش دیکھو گے۔عین جھیل کے وسط میں۔۔وہ جو عورت کی لاش تھی وہ میرا وہم نہیں تھا۔۔وہ سچ میں ماردی گئی ہے۔

جاوید فکرمندی سے بولا ؛اچھا وہیں رکو میں تمہیں لینے آتا ہوں۔۔جھیل کے پاس دوبارہ نہیں جانا۔۔میں بس آ رہا ہوں۔۔یہیں کہیں بیٹھ جاؤ۔لوکیشن آن رکھنا۔۔

اسی آن لوکیشن نے مجھے مروا دیا ہے۔۔وہ مجھ تک پہنچ گئے ہیں۔۔وہ خوفزدہ نظروں سے ادھر اُدھر دیکھ رہا تھا۔

بس یہیں بیٹھ جاؤ۔۔میں نکل پڑا ہوں۔۔ اب کی بار جاوید نے اس سے بڑے سخت لہجے میں بات کی تھی وہ سہم کر وہیں سڑک کنارے بیٹھ گیا۔اب وہ آتی جاتی گاڑیوں کو دیکھ رہا تھا۔اسی وقت اسے لگا ایک بڑا سا ڈالہ اس کی طرف بڑھ رہا تھا وہ اپنے چہرے کو دونوں ہاتھوں

میں چھپا کر پلٹ کر بھاگنے ہی لگا کہ اسی وقت وہ کسی سے ٹکرا گیا وہ بے اختیار چیخ اٹھا۔اس کی چیخ میں خوف تھا۔

ااسنے اپنی آنکھیں بند کرلیں اور گڑ گڑانے لگا ؛ میری زندگی بخش دو۔۔مجھے جھیل میں مت پھینکنا۔۔

اسی وقت جاوید کی گھبرائی ہوئی آواز ابھری ؛عادل یہ میں ہوں۔۔کام ڈاون کام ڈاون۔۔

جاوید کی آواز سنتے ہی اس نے جھٹ سے آنکھیں کھول دیں اور اس کے گلے لگ کر اونچی اونچی رونے لگا؛ٹھیک ہے تم جس سائکٹرسٹ کے پاس لے جانا چاہتے ہو لے جاؤ۔مجھے بچالو۔۔مجھے بچالو۔۔جاوید اس کی پیٹھ تھپکنے لگا۔۔بس بس سب ٹھیک وہ جائے گا۔میں ہوں نا ۔۔تمہیں کچھ نہیں ہوگا۔۔

جاوید اس کا ہاتھ تھامے اسے احتیاط سے سہارا دیتا ہوا اپارٹمنٹ کی طرف چلنے لگا۔

وہ گھر آ کر بھی جاوید سے معذرت کرتا جا رہا تھا۔جاوید نے اسے سلانے کے لئے بیڈ پر لٹاتے ہوئے کہا؛میں کل ہی کسی اچھے سے سائکیٹرسٹ سے وقت لیتا ہوں۔تمہارے اندر سے یہ خوف،یہ ٹراما نہ نکلا تو تم مکمل پاگل ہو جاؤ گے۔

پھر جاوید نے سائیڈ ٹیبل سے ایک بوتل نکالی اور اس میں سے ایک گولی نکال کر عادل کو دی ؛یہ کھالو،اعصاب کو نارمل کر دے گی اور تمہیں نیند آ جائے گی۔۔کتنی راتوں سے جاگ رہے ہو۔تم بے خوف کیوں نہیں ہو جاتے کہ یہ کینیڈا ہے یہاں کوئی تم تک نہیں پہنچ سکتا۔پاکستان میں تمہارے بیوی بچے بھی محفوظ جگہ پر ہیں،انہیں بھی وہاں سے نکال لیں گے۔۔وہ خاموشی سے سر ہلاتے ہوئے نیند کی گولی کھا کر لیٹ گیا۔جاوید بھی ساتھ والے پلنگ پر لیٹ گیا۔دونوں باتیں کرنے لگے۔جاوید،اسے اپنے کینیڈا آنے سے پہلے اور بعد میں جدوجہد کی کہانی سنانے لگا؛اتنی محنت کر کے بھی خرچے پورے کرنا اور پیچھے بھیجنا ایک عذاب بن کے رہ گیا ہے۔ایسی زندگی سے موت بہتر لگنے لگتی ہے۔۔خدانے نجانے ہم جیسوں کو پیدا ہی کیوں کیا۔تم دیکھو،تمہارا ایک نام ہے لوگ تمہیں پیار کرتے ہیں۔۔میرے پاس تو کچھ بھی نہیں۔نہ پیسہ،نہ اپنا ملک،نہ عزت نہ شہرت نہ کسی کا پیار۔۔

عادل کی آنکھیں نیند سے بند ہو رہی تھیں؛نام ہی نے تو مروا دیا ہے۔۔اپنے وطن میں میرے بچوں کا کیا مستقبل ہوگا؟میرے بیوی بچے یہاں کیسے آئیں گے۔۔یار کیا میرے مرنے سے کسی کو فرق پڑے گا؟

تم سسٹم کا کچھ نہیں بگاڑ سکتے۔۔جاوید کی آواز میں اس کے لئے ترس تھا۔

وہ کہہ رہی تھی۔۔

کون؟جاوید حیرت سے بولا۔۔

وہی،لاش،نہیں نعیمہ۔۔کہہ رہی تھی ہم مرنے والے ایک ایک کر کے مرنے آتے ہیں اور وہ مارنے والے سارے اکٹھے ہو کر آتے ہیں ۔۔اس لئے ہم ایک ایک کر کے۔۔یہ کہتے کہتے وہ سو گیا۔جاوید کو پتہ نہیں چلا کہ وہ سو گیا تھا وہ اپنی دُھن میں بول رہا تھا؛

تمہیں فکر کرنے کی ضرورت نہیں۔یہ کینیڈا ہے۔میرے گھر،اپنے یار کے گھر تم بالکل محفوظ ہو۔سکون سے سو جاؤ۔۔میں تمہیں ڈاکٹر کے پاس لے جاؤں گا۔۔سب ٹھیک ہو جائے گا۔۔اچھا کیا وہاں سے نکل آئے۔ جب تک تم نے بلوچ لڑکی کی اونٹاریو جھیل میں لاش ملنے

والی کہانی نہیں پڑھی تھی ،تم یہاں بالکل سکون سے تھے، ورنہ پاکستان میں کیا کیا کچھ نہیں ہورہا تھا۔وردی والے گھر کے اندر تک تو گھس آتے تھے۔۔

جاوید نے کوئی جواب نہ پا کر تھوڑا اٹھ کر اسے دیکھا، وہ گہری نیند کی وادی میں اتر چکا تھا۔سکون آور دواؤں نے کام دکھا دیا تھا۔

عادل کی جب آنکھ کھلی تو کھڑکی سے صبح کی روشنی، پردوں سے چھن چھن کر اندر آرہی تھی۔ وہ اپنے آپ کو کمرے کے منظر میں لا رہا تھا کہ اسے کمرے کے باہر سے سرگوشیوں کی آواز آرہی تھی۔۔اس نے ساتھ پڑے فون کو اٹھا کر وقت دیکھا صبح کے سات بج چکے تھے۔جاوید تو اس وقت تک تیار ہوکر گھر سے چلا جاتا تھا۔تو یہ اس وقت ان کے اپارٹمنٹ میں کون تھا ۔جاوید کے علاوہ تو کسی اور کے پاس اس کے اپارٹمنٹ کی چابی نہیں تھی۔کل رات کو وہ اس سے کتنی ہی دیر اپنی زندگی کے بارے میں باتیں کرتا رہا تھا ۔ہوسکتا ہے وہ بھی دیر سے اٹھا ہو اور کسی سے فون پر بات کرر ہا ہو، یا کچھ بھی نہ ہو یہ ایک دفعہ پھر سے اس کا وہم ہی ہو۔۔

وہ سوچ رہا تھا پھر سے سو جائے یا اٹھ کر اپنی تسلی کر لے۔۔

"یہ میرا وہم ہی ہے"،اس کا جسم ابھی تک نیند کی گولی کے زیر اثر تھا۔اس نے خود سے سرگوشی کی اور دوبارہ آنکھیں موند لیں۔۔

اسی وقت کمرے کا دروازہ کھلا۔اس نے سوچا یہ بھی وہم ہی ہوگا۔آج جاوید ڈاکٹر سے وقت لے لے گا اب مجھے علاج کی سخت ضرورت ہے۔۔اسی وقت اسے اپنی گردن پر دباؤ محسوس ہوا۔اس نے اسے بھی وہم سمجھا۔تھوڑی دیر بعد دباؤ بڑھتا گیا اور اس کی آنکھیں ابل کر باہر آنے لگیں۔۔اب اس نے اپنے ہاتھ پیر مارنے شروع کر دیئے، وہ ان آہنی ہاتھوں کی گرفت سے بچنے کے لئے اپنے جسم کا پورا زور لگا رہا تھا اسی دوران اس نے دیکھا جاوید پیچھے دروازے کے پاس کھڑا تھا۔عادل نے اسے مدد کے لئے بلانا چاہا مگر گردن پر موجود ہاتھوں نے اس بات کی اجازت نہیں دی۔اسی وقت اسے محسوس ہوا اس کے جسم میں نقاہت حد سے زیادہ ہے شائید جاوید نے جو گولی دی تھی یہ اس کا اثر تھا۔اس نے بمشکل دیکھا جاوید دروازے کے پاس پریشان چہرہ لئے ساکت کھڑا تھا۔

ایکدم اس پر انکشاف ہوا کہ یہ سب اس کا وہم نہیں تھا بلکہ ایک حقیقت تھی اس کے دوست نے اس کی زندگی کا سودا کر دیا تھا۔مرنے سے بس ایک منٹ پہلے اسے بھاری بھرکم آواز سنائی دی؛الیگل ہے، وزٹ ویزہ ایکسپائرڈ ہے، تمہیں ٹھکانے لگانے میں مسئلہ نہیں ہوگا،سوٹ کیس میں پیک کرو اور گھسیٹتے ہوئے جھیل میں لے جا کر پھینک دو۔۔ساتھ ہی بھاری آواز نے اپنے ہاتھ جھاڑے اور چیخی ۔۔جاوید۔۔ سن رہے ہو۔۔۔

جاوید کی منمناہٹ آئی ؛جی جی ایسا ہی ہوگا۔۔۔

بھاری آواز نے کہا؛الیگل کی زندگی کا ریکارڈ کہیں نہیں ہوتا اس لئے تم گھبراؤ نہیں۔اب تم اور تمہارا خاندان زندگی بھر عیش کرنا ۔

عادل کی آنکھوں سے خاموش آنسو پھسل کر بستر کی چادر پر گر کر ہمیشہ ہمیشہ کے لئے مردہ ہو گیا۔مردہ ہونے سے پہلے ایک خاموش چیخ اس کے لبوں سے نکلی جو کہہ رہی تھی ؛میں کچھ دیر اور مزاحمت کر سکتا تھا اگر میرا دوست اپنی اچھی زندگی کے لئے مجھے چپکے سے رات کو زہر نہ کھلا دیتا ۔مجھے بھاری بوٹ نظر آ گیا تھا مگر دوست کے دستانہ پہنے ہاتھ نہ پہچان سکا۔۔میں کچھ دیر اور مزاحمت بھرے لمحے گزار سکتا تھا۔۔مگر۔۔